شیڈا

شیدلا

اور دوسری کہانیاں

از

پروفیسر محمد مجیب صاحب بی اے (آکسن)
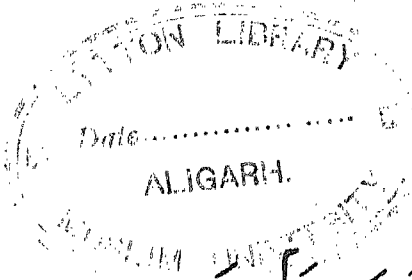
مکتبہ جامعہ
دہلی ۔ نئی دہلی ۔ لاہور ۔ لکھنو ۔ بمبئی ۔

یہ سب کہانیاں میں نے روسی کتابوں میں پڑھی تھیں جو مزے دار بھی تھیں اور ان سے اچھی نصیحت بھی ملتی تھی۔ اس لئے میں نے تمھاری خاطر انھیں اردو میں لکھ دیا۔ خدا کرے تمھیں پسند آئیں۔

مجیب
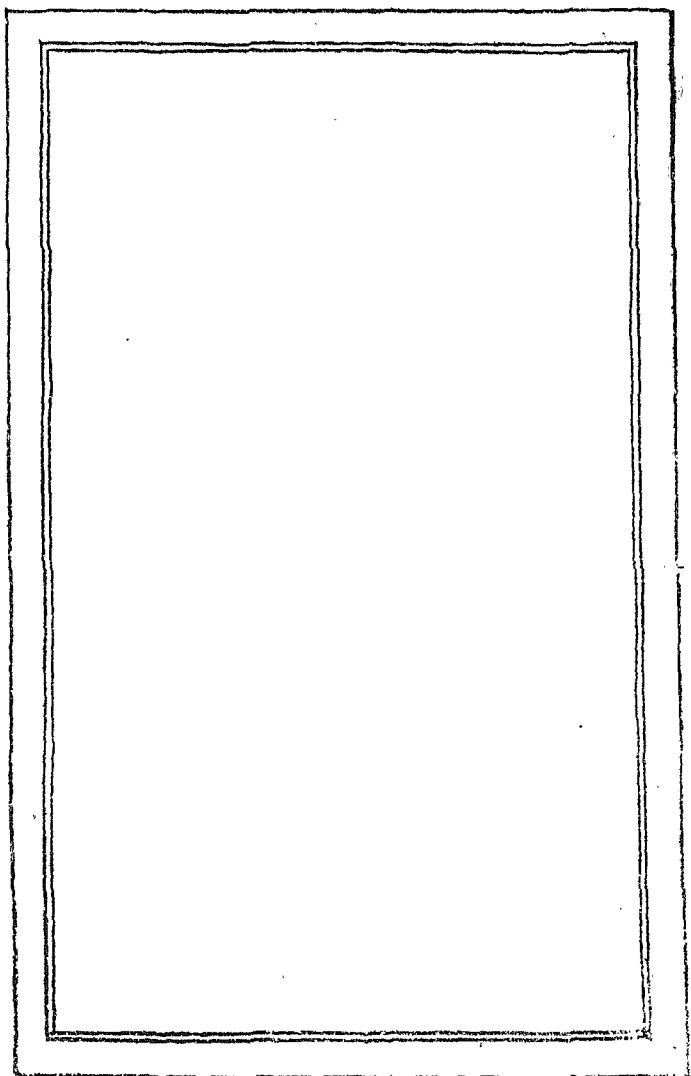
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیدلا

کسی زمانے میں ایک میاں بیوی رہا کرتے تھے جن کے ایک اکلوتا لڑکا تھا۔ وہ بہت خوش حال تھے اور اپنے لڑکے کو لایق بنانے کے لئے جو کچھ وہ کر سکتے تھے انھوں نے کیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے حصّے میں بہت کم عقل رکھی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ کاہل اور بے وقوف ہو کر رہ گیا۔ کسی کام میں اُس کا جی نہ لگتا۔ ہر چیز اُس کے ہاتھ میں بگڑ جاتی یہاں تک کہ ماں

باپ سوائے سر ہلانے کے اور کچھ نہ کر سکے۔ جب وہ بڑا ہوا تب بھی ایسا موٹا، بھدا اور بے شعور تھا کہ لوگوں نے اُسے "شیدلا" کہنا شروع کر دیا۔ اُس کی سستی کا یہ حال تھا کہ وہ اس کا بُرا بھی نہ مانتا۔ اگر کوئی چلا کر پکارتا:۔

"ارے شیدلا یہاں آ"! تو وہ رُک جاتا، اور ادھر اُدھر گھوم کر اس طرح دیکھتا جیسے کہ اُس کا نام سچ مچ شیدلا ہے

کچھ دنوں بعد اُس کے ماں باپ مر گئے اور وہ اکیلا رہ گیا۔ اُس کے پاس مال و دولت کافی تھی۔ لوگوں نے اُس سے کہا۔

"شیدُ لاٹم کو شادی کر لینا چاہیے"!

"ہاں آں" اُس نے جواب دیا" یہ تو ٹھیک ہے بے ماں باپ کے جی گھبراتا ہے، اور میں اکیلا سب چیزوں کی دیکھ بھال کہاں سے کروں گا"۔

بہرحال اس کی شادی کر دی گئی۔ کئی سال گذر گئے اس کے کئی بچے بھی ہو گئے، لیکن اس کی دولت کم ہوتی گئی کیوں کہ وہ شادی ہونے پر بھی ویسا ہی سست اور بے وقوف رہا۔

"میاں شیدلا" لوگوں نے اس سے کہا" ذرا محنت کرو، نہیں تو بالکل غریب ہو جاؤ گے۔ گھر بیٹھے آخر کیا بنایا کرتے ہو؟ کچھ نہیں تو جنگل سے لکڑی کاٹ کر لاؤ اور شہر میں بیچا کرو!"

"اے ہے" شیدلا نے جواب میں کہا" یوں بھی کام چلتا رہے گا" اور دھوپ میں جا کر لیٹ جاتا۔ اسی طرح کئی سال گذر گئے۔ بچوں کی تعداد اور بڑھی اور شیدلا بالکل غریب ہو گیا۔ لوگوں سے اس نے شکایت کرنا شروع کی:-

"دیکھو میں کیسا بدقسمت ہوں، اللہ میاں مجھے بالکل بھول گئے۔ دوسروں کو ہر طرح کی نعمت دیتے

ہیں اور مجھے کچھ بھی نہیں" لوگ سر ہلاتے اور کہتے "اللہ مدد کرے گا"

گھر پہ اُس کے بچے بھوک کے مارے روتے بیوی کہتی کہ کاہل اور نکما ہے، پر شیدُلا سب سے یہی کہتا، گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ سب لوگ کہتے ہیں "اللہ مدد کرے گا"

آخر کار جینا دشوار ہو گیا۔ شیدُلا آپ اپنی حالت پر افسوس کرنے لگا، زندگی میں پہلی مرتبہ اُس نے ذرا سوچنے کی کوشش کی، اُس کے دماغ میں ایک بارگی ایک ایسا خیال آیا کہ اُس کا چہرا خوشی سے چمک اُٹھا اُس نے اپنی بیوی سے کہا :-

"اری جانتی ہے، میں نے کیا سوچ رکھا ہے، میں خود اللہ میاں کے پاس جاؤں گا اور اُن سے مدد مانگوں گا۔ جان پڑتا ہے وہ مجھے بالکل بھول گئے ہیں۔"

بیوی کو بھی یہ ترکیب پسند آئی اور اُس نے کامیابی کی دعا دے کر شوہر کو رخصت کیا۔

شیدلا تین دن تین رات چلتا رہا، لیکن اللہ میاں کے یہاں تک نہیں پہنچا۔

اُس نے کہا "واہ اللہ میاں بھی کتنی دور رہتے ہیں میں اپنی زندگی میں کبھی اتنا نہیں چلا اور وہ ہیں کہ بس ملتے ہی نہیں۔"

یکبارگی وہ ٹھہر گیا۔ راستے سے کچھ دور ایک دبلا پتلا

بھیڑیا کھڑا زور زور روتا اور فریاد کر رہا تھا۔ شیدا یہ دیکھ کر ڈرا اور اُلٹے پیروں بھاگنے والا تھا، کہ بھیڑئیے نے ایک دردناک آواز سے پوچھا:۔

"کیوں بھلے آدمی کدھر چلے؟"

"میں اللہ میاں کے پاس مدد مانگنے جا رہا ہوں"

بھیڑئیے نے منت کرنا شروع کی:" اللہ میاں سے میرے بارے میں بھی پوچھ لینا۔ یہ دیکھو تیسرا سال ہے کہ میرے پیٹ میں بڑی شدت کا درد ہو رہا ہے، نہ دن کو نہ رات کو کسی وقت ذرا سی بھی مہلت نہیں ملتی دیکھتے ہو میں کیسا سوکھ گیا ہوں!! اللہ میاں سے کہہ دینا کہ میرے حال پہ رحم کریں۔ اور اگر میرا اچھا ہونا قسمت میں نہ

لکھا ہے تو مجھے موت ہی بخشیں"

شیدلا نے کہا "اچھا کہہ دوں گا" اور پھر آگے بڑھا

پھر تین دن تین رات چلتا رہا لیکن اللہ میاں تک نہ پہنچا

آخر تھک کر وہ ایک سیب کے درخت کے نیچے

کھڑا ہو گیا اور پسینہ پونچھنے لگا۔

"اُفوہ!" اُس نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا "معلوم ہوتا

ہے اللہ میاں بڑی دور رہتے ہیں"

سیب کے درخت نے اُس سے پوچھا "بھلے آدمی

کیا تم اللہ میاں کے پاس جا رہے ہو؟" شیدلا نے

سر اوپر اُٹھا کر دیکھا اور کہا:۔

"ہاں میں اللہ میاں کے یہاں مدد مانگنے جا رہا ہوں

جان پڑتا ہے وہ مجھے بالکل بھول گئے ہیں۔"

سیب کے درخت نے فریادی لہجے میں کہا:-

"تو پھر میرے اوپر بھی ایک احسان کرو اور اللہ میاں تک میری التجا پہنچا دو۔ جب سے میں دنیا میں آیا ہوں میں نے پھل نہیں دیکھے۔ بہار میں تمام خوشبودار پھولوں سے ڈھک جاتا ہوں، لیکن موسم گذر جاتا ہے، پھول تمام جھڑ جاتے ہیں، اور میری ڈالیوں پر کچھ باقی نہیں بچتا..... .... اللہ میاں کو یہی منظور ہے تو مجھے موت بخشیں، اگر میرا روگ کسی طرح نہیں جاسکتا۔"

"اچھا کہہ دوں گا" شیدلا نے کہا اور آگے چلا۔

پھر تین دن تین رات چلتا رہا اور ایک چوڑے

نیلے سمندر کے کنارے پر پہنچا۔ دیکھتا کیا ہے کہ ایک بڑی بھاری مچھلی پانی سے اپنا مُنہ باہر نکالے پڑی ہے، شیدلا کو دیکھتے ہی اُس نے چلّا کر کہا:۔

"کیوں بھلے آدمی کِدھر چلے؟"

شیدلا نے جواب دیا: "میں اللہ میاں کے پاس مدد مانگنے جا رہا ہوں۔"

مچھلی نے کہا: "تو پھر میرے ساتھ بھی بھلائی کرو۔ سات سال سے کوئی چیز میرے گلے میں پھنسی ہوئی ہے نہ سانس لے سکتی ہوں نہ غوطہ لگا سکتی ہوں۔ اگر کچھ نہیں ہو سکتا تو اللہ میاں سے کہہ دینا کہ میرے حال پر رحم کریں اور مجھے موت بخشیں۔"

شیدُلا نے کہا: "اچھا کہہ دوں گا، لیکن تم مجھے سمندر کے دوسرے کنارے تک پہنچا دو۔"

مچھلی فوراً راضی ہو گئی اور شیدُلا کو اپنی پیٹھ پر بٹھا لیا تین دن تین رات تیرتی رہی، چوتھے دن شیدُلا دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔

کنارے پر وہ جب اُترا تو دیکھا کہ وہاں کی دنیا ہی بالکل نرالی ہے، نہ کوئی بوتا ہے نہ کاٹتا ہے پر سب خوش حال اور مطمئن ہیں اور ہر طرف خوشبودار پھول دکھائی دیتے ہیں۔

شیدُلا نے کہا: "کیا مزے کی جگہ ہے مگر یہ لوگ آخر کھاتے کیا ہیں؟"

ایک بارگی اُس کو اپنے سامنے رنگ برنگ کے خوش بودار پھولوں کا ایک پہاڑ سا دکھائی دیا جس سے ایک شعلہ اُٹھ رہا تھا اور جس نے اپنی عجیب روشنی سے تمام گرد و پیش کو روشن کر دیا تھا۔ شیدلا نے حیرت سے اپنا مُنہ پھیلا دیا اور یہ بالکل بھول گیا کہ وہ کہاں اور کس لئے جاتا ہے۔

اچانک شعلے سے اِک فرشتوں کی سی آواز آئی:۔

"شیدلا! تو کیا چاہتا ہے؟"

"تو کون ہے؟" شیدلا نے جلدی سے پوچھا۔

"میں وہ ہوں جس کو تو ڈھونڈھ رہا ہے........

میں........ قادرِ مطلق ہوں، اچھوں کو جزا اور بُروں کو سزا

دینے والا ہوں۔ تجھے کیا چاہیئے؟"

شیدلا زمین پر گر پڑا اور کہنے لگا:۔

"ارے اللہ میاں، میں بالکل غریب ہو گیا ہوں، میری بیوی بچوں کے پاس کچھ بھی کھانے کو نہیں، میری مدد کرو، ہاں اور یہ بھی مجھے بتا دو کہ بھیریے سیب کے درخت اور مچھلی کو اپنی اپنی تکلیفوں سے نجات پانے کے لئے کیا کرنا چاہیئے"

پھر تیسری مرتبہ اُسی آواز نے کہا:۔

"شیدلا میری سُن اور جو میں کہتا ہوں اُسے اچھی طرح سے سمجھ! مچھلی کے حلق میں ایک ہیرا پھنس گیا ہے اگر اس کو کوئی نکال لے تو اس کا درد جاتا رہے گا، اور

وہ اچھی ہو جائے گی، سیب کے درخت کے نیچے روپیوں
سے بھرا ہوا ایک صندوق گڑا ہے اور اس کی وجہ سے
اس کی شاخوں تک کافی رس نہیں پہنچتا۔ کوئی اُس
صندوق کو نکال لے تو درخت میں پھل آنے لگیں بھیڑیے
کو اچھے ہونے کے لئے صرف اس کی ضرورت ہے
کہ وہ کسی بے وقوف کو کھا جائے اور رشیدلا تیری بھی
خواہش پوری ہو گئی تو بھی امیر ہو جائے گا۔ جا!......

رشیدلا بہت خوش خوش واپس ہوا۔ جب سمندر
کے کنارے پہنچا تو مچھلی اُس کا انتظار کر رہی تھی، اُس نے
دور ہی سے چلّا کر پوچھا:۔

"ارے بھلے آدمی، اللہ میاں نے میرے علاج

کے لئے کیا بتایا؟ میری حالت تو بہت خراب ہے۔"

شیدلا نے اس سے کہا: "پہلے تو مجھے اس پار پہنچا دے، تب میں تجھے اچھے ہونے کی ترکیب بتاؤں گا"

دوسرے کنارے پہنچ کر شیدلا نے کہا:۔

"تیرے حلق میں ایک ہیرا پھنسا ہے اگر کوئی اُسے نکال لے تو تو اچھی ہو جائے گی۔"

مچھلی نے فریادی لہجے میں کہا:۔

"بھلے آدمی! اُس ہیرے کو تو ہی نکال لے، خود امیر ہو جائے گا اور میری تکلیف بھی دور ہو جائے گی۔"

"مجھے تجھ سے کیا مطلب" شیدلا نے ڈانٹ کر کہا!

"اللہ میاں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، تیرے ہیرے کے

بغیر بھی میں امیر ہو جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر وہ چل دیا، سیب کے درخت کے پاس پہنچا لیکن اس کی طرف اُسے دیکھنا بھی گوارا نہ تھا۔

سیب کے درخت نے چلا کر کہا، اِس ڈر سے کہ کہیں وہ اُسے بالکل بھول نہ جائے: "مجھے خدا کے لئے بتاتے جا کہ میری بیماری کا کیا سبب ہے؟"

شیڈلا ٹھہر گیا اور واسکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر کچھ دیر تک درخت کو حقارت کی نظر سے دیکھتا رہا پھر جو کچھ اللہ میاں نے کہا تھا وہ درخت کو سُنا دیا۔

اس کے کہتے ہی درخت کچھ ہلا اور اُس کی جڑوں میں سے صندوق باہر نکل آیا اور روپے شیڈلا کے پیروں پر

بکھر گئے لیکن شیدلا کو ان کو اتنی بھی پرواہ نہ تھی کہ ان کو اچھی طرح سے دیکھتا۔

درخت نے کہا: "اس تمام روپے کو اپنے ساتھ بطور شکریہ کے لئے جا۔"

اُس نے جواب دیا:- "واہ، میں اس بوجھ کو کہاں لادے لادے پھروں؟ اللہ میاں نے تو مجھے ویسے ہی دولت بخشنے کا وعدہ کیا ہے۔ مجھے اس کی کیا ضرورت ہے؟"

اور آگے چلا تو بھیڑیا اس کو دیکھتے ہی دوڑ کر اس کے پاس پہنچا اور پوچھنے لگا:-

"بھلے آدمی، مجھے جلدی سے بتا دے کہ اللہ میاں

نے میرے بارے میں کیا حکم دیا ہے؟"

شیڈلا نے کہا: "کیا حکم دیا ہے؟ انھوں نے کہا ہے کہ اگر تو کسی ایک بے وقوف آدمی کو کھا جائے تو اچھا ہو جائے گا۔"

بھیڑیا بہت خوش ہوا اور شیڈلا کا شکریہ ادا کرنے لگا۔ شوق کے مارے اُس نے یہ بھی پوچھا کہ اللہ میاں کے یہاں تم نے کیا کیا دیکھا اور سُنا۔

شیڈلا نے بڑی خوشی سے پوری کہانی بیان کی بھیڑیے نے سب کچھ سُن لیا تو پھر پوچھا: "تو نے نہ مچھلی کے حلق سے ہیرا نکالا اور نہ سیب کے درخت سے روپیہ لیا؟"

شیڈلا نے جواب دیا: "میں کیوں لیتا۔ مجھے تو اللہ

میاں نے ویسے ہی دولت دینے کا وعدہ کیا ہے۔"

بھیڑیے نے کہا، "واہ! پھر تم جیسا بے وقوف مجھے

اور کہاں ملے گا۔ اور اس سے اچھا اور کیا ہو سکتا ہے کہ

میری بیماری بھی جاتی رہے گی۔"

یہ کہہ کر بھیڑیا شیدلا کو کھا گیا۔ اور بے وقوف

اور کاہل شیدلا نے ایک حقیر بھیڑیے کے ہاتھوں

اپنی جان کھو دی۔

آسمان سے تین سیب گرے۔

ایک میرا، ایک تیرا، ایک اُس کا جو محنت

مشقت سے اپنی روٹی کمائے۔

جھوٹے کی کہانی

ایک رئیس یا شاید کوئی نواب جو کسی دور و دراز ملک سے واپس آیا تھا، دیہات میں اپنے دوست کے ساتھ سیر کر رہا تھا اور جھوٹے سچے قصے سنا رہا تھا کہ میں نے فلاں چیز دیکھی، اور فلاں جگہ گیا۔ کہنے لگا:-

"نہیں بھائی، اب ایسی عجائبات کیوں کبھی دیکھنے کو ملیں گی۔ یہ تمھارا ملک بھلا کوئی رہنے کی جگہ ہے؟ کبھی تو

سردی کبھی اتنی گرمی کہ خدا کی پناہ، کبھی سورج ہے کہ مہینوں
بادلوں میں منہ چھپائے بیٹھا رہتا ہے، کبھی ایسا تیز چمکتا
ہے کہ آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں۔ وہاں دیکھو بس جنّت
کا مزہ ہے! اسے یاد کرنے سے بھی دل کو فرحت
ہوتی ہے۔ نہ لحاف کی ضرورت نہ لالٹین کی۔ نہ کبھی
رات نہ اندھیرا، پورا سال بہار کا دن معلوم ہوتا ہے۔
وہاں نہ کوئی ہل چلاتا ہے نہ بوتا ہے، اور اس پر دیکھو
کیا چیز نہیں پیدا ہوتی، اور پھلتی پھولتی ہے۔ ایک مرتبہ
میں نے روم میں ایک کھیرا دیکھا تھا، ابھی تک ویسی کوئی
چیز نہیں دیکھی۔ تم یقین نہیں کرو گے، مگر میں کہتا ہوں کہ
خدا کی قسم....... پہاڑ کی برابر تھا!"

دوست نے جواب دیا:-

"سبحان اللہ، عجب ہی چیز ہوگی۔ لیکن یوں تو ساری دنیا عجائبات سے بھری ہے، ہم خود ہی غور نہیں کرتے ابھی تھوڑی دیر میں ہم ایک چیز دیکھنے والے ہیں۔ میں شرط بدنے پر تیار ہوں کہ ایسی چیز تمھارے دیکھنے میں بھی نہ آئی ہوگی۔ وہ پُل دیکھو، وہ جس پر کہ ہمارا رستہ جاتا ہے، یوں تو وہ ایک بہت معمولی سا پُل ہے، مگر اس میں یہ حیرت انگیز خاصیت ہے کہ جھوٹا آدمی اس پر سے کبھی گذر نہیں سکتا........ آدمی دو رتک پہنچا نہیں کہ ٹھوکر کھاتا ہے اور دھڑام سے پانی میں گر جاتا ہے۔ سچا ہو تو چاہے گھوڑا گاڑی لے کر بھی گذر جائے، کچھ نہیں ہوتا"

"اچھا! اور دریا کیسا ہے؟"

دوست نے کہا:-

"ندی ہے، کوئی نالا تو ہے نہیں۔ تم خود سمجھ لو۔
مگر خیال کرو، دنیا میں کیا کچھ نہیں ہوتا۔ تم نے جس کیڑے
کا ذکر کیا ہے وہ بے شک بڑا تو ضرور تھا...... کیا بتایا تھا
تم نے........ پہاڑ جیسا؟"

"نہیں پہاڑ تو نہیں، مگر گھر کے برابر یقیناً ہوگا"

"پھر بھی ایسی بات ماننا مشکل ہے۔ لیکن ہمارا پل،
جس پر سے ہم ابھی گذرنے والے ہیں وہ بھی کچھ کم نہیں،
کہ وہ جھوٹے کو اپنے اوپر سے جانے نہیں دیتا.......
سبھی جانتے ہیں ابھی تھوڑے دن ہوئے دو اخبار والے

اور ایک درزی اسی پر سے گر کر ڈوب گئے۔ پھر بھی اگر تمھارا کہنا صحیح ہے تو وہ مکان کے برابر کھیرا جو تم نے دیکھا تھا عجیب ہی ہوگا؟"

"نہیں اس میں کوئی ایسی تعجب کی بات نہیں۔ دیکھو نا پوری پوری بات بھی تو معلوم ہونا چاہیئے۔ تم یہ نہ سمجھو کہ ہر جگہ ویسے ہی بڑے بڑے مکان ہوتے ہیں جیسے ہمارے یہاں۔ وہاں جاتے تو ہو مکان کیسے ہوتے ہیں؟ بس اتنے بڑے کہ ان میں دو آدمی گھس سکتے ہیں، اور وہ بھی بڑی مشکل سے اٹھ بیٹھ سکتے ہیں۔"

"خیر اگر ایسا بھی ہے تو اس کھیرے کو جس میں دو آدمی سما جائیں عجائبات قدرت میں سمجھنا کون سی گناہ کی بات

ہے۔ ہمارا پُل بھی ایسا ہے کہ چوتھے پانچویں قدم ہی پر جھوٹے کو دریا میں دھکیل دیتا ہے۔ تمھارا مکان کے برابر کھیرا........"

یہاں پر جھوٹے نے بات کاٹ کر کہا:۔

"بھئی سنو تو! آخر یہ کون زبردستی ہے کہ پُل کے اوپر ہی سے جائیں۔ آؤ کہیں اُتھلا ہو تو وہیں سے نکل چلیں"

کسان اور لومڑی

ایک کسان کی کہیں ایک لومڑی سے ڈبھیڑ ہوئی۔

"بی لومڑی" کسان نے کہا "بھلا یہ تو بتاؤ تمھیں یہ مرغیاں چرانے کی لت کیوں ہے؟ سچ کہتا ہوں، مجھے تمھاری حالت پر بڑا افسوس ہوتا ہے۔ دیکھو، اس وقت ہم اکیلے ہیں، میری بات کان دھر کے سنو! تمھارا یہ جو پیشہ ہے اس میں ذرہ برابر اچھائی نہیں ہے۔ یہ تو خیر ہے ہی کہ چور گنہگار اور بے شرم ہوتا ہے، اور ایک دنیا اُس کو

گالیاں دیتی ہے تمھیں تو دن رات یہ ڈر لگا رہتا ہوگا کہ کہیں مُرغی خانے میں لنگوٹی چھوڑ کر نہ بھاگنا پڑے تمھیں بتاؤ کہ اس کے بدلے اگر دنیا کی ساری مرغیاں کھانے کو ملیں تو کیا ملا؟"

لومڑی نے جواب دیا:-

"ایسا کون ہے جسے یہ زندگی گوارا ہو سکتی ہے؟ مجھے تو کبھی کبھی ان باتوں سے اتنی کوفت ہوتی ہے کہ سارے کھانے پینے کا مزہ کرکرا ہو جاتا ہے۔ تم کو کیا معلوم کہ میں کتنی ایمان دار ہوں! پر کیا کروں، غریب ہوں، بچے بہت ہیں...... اور اس کے علاوہ، اچھے میاں، کبھی کبھی میں یہ بھی سوچتی ہوں کہ کیا میں ہی دنیا میں ایک چور ہوں۔ مگر یہ خیال دل میں آتا ہے تو جان

پڑتا ہے کہ کسی نے چھری بھونک دی۔

کِسان نے کہا:-

"خیر تو جو کیا ہوا لیکن اب اگر تم جھوٹ نہیں بول رہی ہو تو

میں تمھیں گناہ گاری کے پنجے سے چھڑاؤں گا اور حلال کی روزی

کمانے کا موقع دوں گا۔ تم لومڑی ہو، لومڑیوں کی چالیں تم

سے بہتر کون جانتا ہو گا۔ تو، میرے مرغی خانے کی رکھوالی

کرو۔ میرے یہاں تمھاری ہر ضرورت پوری کر دی جائے گی

جسے کہتے ہیں، دودھ شکر میں نہاؤ گی"

معاملہ طے ہو گیا، اور لومڑی اسی وقت چوکیداری پر

مقرر ہو گئی۔ کسان خوش حال تھا، لومڑی کو ہر چیز میسر تھی۔

اور وہ بڑے مزے میں رہتی تھی۔ وہ پیٹ بھر کر کھاتی تھی،

خوب موٹی تازی ہوگئی، لیکن ایمان دار اُسے نہ ہونا تھا اور نہ ہوئی۔ چرایا ہوا نوالہ اُس کے حلق سے کچھ زیادہ جلدی اُترتا تھا، اور دوست کے احسان کا بدلہ اُس نے اس طرح اُتارا کہ ایک اندھیری گھُپ رات کو ساری مرغیوں کی گردنیں مروڑ ڈالیں۔

جو دل سے اخلاق اور قانون کی قدر کرتا ہے وہ بڑی مصیبت میں بھی نہ چوری کرے گا نہ دھوکا دے گا۔ چور لکھ پتی بھی ہو جائے تب بھی چوری سے باز نہ آئے گا۔

ایک عقاب بادلوں کی چادروں کو چیرتا ہوا کوہِ قاف
کی چوٹیوں پر پہنچا اور اُن کا چکر لگا کر ایک صدیوں پرانے
دیودار کے درخت پر بیٹھ گیا۔ وہاں سے جو منظر دکھائی دے
رہا تھا اُس کی خوب صورتی میں وہ محو ہو گیا۔ اُسے ایسا
معلوم ہوتا تھا کہ دنیا ایک سرے سے دُوسرے
سرے تک تصویر کی طرح سامنے کھُلی ہوئی رکھی ہے۔
کہیں پر دریا میدانوں میں چکر لگاتے ہوئے بہہ رہے ہیں

کہیں پر جھیلیں اور جھیلوں کے آس پاس درختوں کے کنج پھولوں سے لدے ہوئے بہار کی پوشاک میں رونق افروز ہیں، کہیں پر سمندر خفگی سے اپنے ماتھے پر بل ڈالے کوّے کی طرح کالا ہو رہا ہے۔

"اے خدا" عقاب نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا میں تیرا کہاں تک شکر ادا کروں۔ تو نے مجھے اڑنے کی ایسی طاقت دی ہے کہ دنیا میں کوئی بلندی نہیں ہے جہاں میں پہنچ نہ سکوں، میں فطرت کے منظروں کا لطف ایسی جگہ بیٹھ کر اٹھا سکتا ہوں جہاں کسی اور کی پہنچ نہیں۔"

ایک مکڑی درخت کی ایک شاخ سے بول اٹھی۔ "تو آخر کیوں اپنے منہ میاں مٹھو بنتا ہے؟ کیا میں تجھ سے کچھ

پہنچی ہوں؟

عقاب نے پھر کر دیکھا۔ واقعی ایک مکڑی نے اس کے چاروں طرف شاخوں پر اپنا جالا تن رکھا تھا اور اُسے ایسا گھنا بنا رہی تھی کہ گویا سورج تک کو عقاب کی نظر سے چھپا دے گی۔

عقاب نے حیرت سے پوچھا "تو اس سربلندی پر کیسے پہنچی؟ جب وہ پرندے بھی جنھیں تجھ سے کہیں زیادہ اُڑنے کی طاقت ہے، یہاں تک پہنچنے کا حوصلہ نہیں کرتے؟ تو کمزور اور بے پر کیا چیز ہے .... کیا تو رینگ کر یہاں آئی؟"

مکڑی نے جواب دیا "نہیں ایسا تو نہیں ہے"

"تو پھر یہاں کیسے آگئی ؟"

"جب تو اُڑنے لگا تھا تو میں تیری دُم سے لٹک گئی اور تو نے خود مجھے یہاں پہنچا دیا۔ لیکن میں یہاں اب تیری مدد کے بغیر ٹھہر سکتی ہوں، اور اس لئے میری گذارش ہے کہ تو اپنے آپ کو بیکار بڑا نہ ظاہر کر اور سمجھ لے کہ میں ہی ...."

اتنے میں ایک طرف سے ہوا کا جھونکا آیا اور اُس نے مکڑی کو اُڑا کر زمین پر گرا دیا۔

میرا خیال ہے اور آپ کو بھی مجھ سے اتفاق ہوگا کہ یہاں میں ہزاروں لوگ ہیں جو اس مکڑی سے بہت مشابہ

ہیں۔ ایسے لوگ بغیر کسی قابلیت اور محنت کے کسی بڑے
آدمی کی دُم میں لٹک کر بلندی پر پہنچ جاتے ہیں اور پھر ایسا
سینہ پھیلاتے ہیں کہ گویا خدا نے اُن کو عقابوں کی سی
طاقت بخشی ہے، مگر ضرورت صرف اس کی ہے کہ کوئی
ذرا پھونک دے اور وہ اپنے جامے سمیت پھر زمین
پر پہنچ جاتے ہیں۔

فلسفی اور مالی

بہار کے دنوں میں ایک مالی اپنے باغ کی کیاریوں
میں پھاوڑہ چلا رہا تھا، اور ایسے جوش اور استقلال سے
کہ گویا خزانہ کھود رہا ہے، وہ شکل صورت سے مضبوط
اور نہایت تندرست معلوم ہوتا تھا۔ اگرچہ اسے محنت
بہت کرنا پڑتی تھی۔ صرف کھیرے بونے کے لئے اس
نے کوئی ڈیڑھ سو کیاریاں کھود کھود کر تیار کی تھیں اور پھر بھی
دوسری چیزوں کے بونے کی ہمت اس میں باقی تھی۔

اُس کے جھونپڑے سے ملا ہوا ایک صاحب کا مکان تھا جو بڑے ہوشیار اور فلسفی سے تھے اُنھوں نے اپنی زمین پر بھی کچھ بونے کا ارادہ کیا، کیوں کہ زمین بیکار پڑی تھی، ایک دن اپنے ہمسایہ سے ہنس کر بڑے دعوے سے یہ کہا:-

"میاں تم چاہے جتنی محنت و مشقت کرو میری برابر تم کبھی نہیں پہنچ سکو گے۔ کچھ دنوں میں تمھارا باغ میرے باغ کے مقابلے میں ایک اوسر سا معلوم ہوگا، لیکن پھر بھی مجھے تعجب ہوتا ہے کہ تم اتنے دنوں تک کیسے کام چلاتے رہے، اور عاجز آکر یہ سب چھوڑ چھاڑ کیوں نہیں دیا۔ کیوں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے، تم نے نہ کچھ پڑھا

لکھا ہے اور نہ کچھ سیکھا ہے۔"

"ہاں اور نہ کبھی مجھے اس کی ضرورت ہو گی، محنت، عادت، میرے ہاتھ پیر ہی میرا سارا سرمایہ ہے۔ ان ہی کے ذریعہ سے خدا مجھے میری روزی پہنچاتا ہے۔"

"تم جاہل ہو۔" فلسفی نے غصّہ سے کہا۔ "ورنہ علم وفن کے خلاف کچھ کہنے کی تم ہیں کبھی جرات نہ ہوتی۔"

"نہیں صاحب" مالی نے نہایت عاجزی سے کہا۔ "آپ میرا مطلب نہیں سمجھے، اگر آپ کبھی کوئی عقل مندی کی بات کریں گے تو میں آپ کی پیروی ضرور کروں گا۔"

"اچھا! تمھیں دکھاؤں گا، ذرا گرمی آجانے دو!"

"لیکن میاں،" مالی نے کہا "کیا پھاوڑہ ہاتھ میں لینے

کا وقت نہیں آگیا۔میں نے اپنے یہاں تو کچھ نہ کچھ بو دیا ہے

آپ نے اپنے یہاں کیاریاں تک نہیں بنائیں۔"

"ہاں مجھے ابھی تک کھودنے کا وقت نہیں ملا۔میں کچھ

کتابیں، بونے کے طریقے پر پڑھ رہا تھا کیوں کہ مجھے یہ نہیں

معلوم تھا کہ زمین پھاوڑے سے کھودنا چاہئے یا روسی ہل

سے یا انگریزی ہل سے، اور اس، اور اس میں جلدی کی کیا

ضرورت ہے، کچھ وقت بھاگا تھوڑی جاتا ہے۔"

خیر، آپ جو کچھ مناسب سمجھیں۔" مالی نے جواب دیا۔

"مگر ہمارے لئے تو وقت کبھی نہیں ٹھہرتا۔" اور یہ کہہ کر وہ چل دیا

اور پھاوڑا ہاتھ میں لے کر اپنے کام میں لگ گیا۔

ہمارے فلسفی نے جا کر خوب کتابیں پڑھیں، نوٹ

لکھے، مختلف کتابوں کا مقابلہ کیا کتابوں میں بھی کھودا اور زمین میں بھی۔ دن رات اسی میں مشغول رہے اُنھوں نے بیج کئی مرتبہ بوئے لیکن جوں ہی پودے زمین سے باہر سر نکالتے فلسفی صاحب کو کسی نہ کسی رسالہ میں کھیرے بونے کی کوئی بہتر ترکیب مل جاتی اور جو کچھ بویا ہوتا اُسے کھود کھاد کر پھینک دیتے اور نئے طریقہ کے مطابق پھر سے بیج بوتے۔

بالآخر اس کا نتیجہ کیا ہوا؟

مالی کے یہاں کھیرے خوب پھلے پھولے۔ اور فلسفی صاحب بہتر سے بہتر ترکیب ہی کی فکر میں لگے رہے

شیر اور انسان

طاقت ور ہونا اچھا ہے، عقل مند ہونا اس سے دوگنا بہتر...... جسے یقین نہ آتا ہو اُسے اس کہانی میں ایک روشن دلیل اس بات کی مل جائے گی کہ طاقت بغیر سمجھ کے ایک بیکار سی دولت ہے۔

ایک شکاری درختوں کے درمیان جال لگائے بیٹھا انتظار کر رہا تھا، مگر اُس سے کچھ ایسی چوک ہو گئی کہ آپ

شیر کے پنجے میں پھنس گیا۔

خونخوار شیر نے دہاڑ کر کہا:۔ (غر، ر، ر، ر، ر، ر)

"دیکھ اے حقیر کیڑے، اب تیری موت آئی ہے"۔
اور منہ کھول کر شکاری کی طرف لپکا۔ "دیکھیں اب تیرے
وہ حقوق، تیری وہ طاقت اور مضبوطی کہاں ہے جس کے
بل پر تو تمام جانوروں، یہاں تک کہ شیروں کا بادشاہ
ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ میرے پنجے اب دیکھ لیں گے
کہ تیری طاقت تیرے گھمنڈ کے حساب سے ہے یا نہیں"۔

شکاری نے جواب دیا:۔

"ہم اپنی سمجھ کی بدولت تم پر غالب آتے ہیں، خالی
طاقت سے نہیں۔ میں یہ کہتے ہوئے ڈرتا نہیں کہ میری عقل

وہ دشواریاں دور کر سکتی ہے جن کے سامنے تیری طاقت
کام نہ آئے گی۔"

"میں تمہارے بڑے بول کی داستانیں سُنتے سُنتے
تھک گیا ہوں!"

"میں فقط شیخی نہیں مارتا، اپنی بات کا ثبوت بھی دے
سکتا ہوں...... اگر میں جھوٹا نکلا تو تجھے پورا اختیار ہے
مجھے جب چاہے اٹھا کر کھا جا۔ سُن ان درختوں کے درمیان میری
محنت کا پھیلایا ہوا ایک جالا سا ہے جو زیادہ اچھی طرح اُس کے
پار پہنچ جائے وہی ہم میں بہتر ہے۔ اگر تو کہے تو پہلے میں اُس
پار چلا جاؤں اور پھر دیکھیں گے کہ تیری طاقت تجھے پھاندنے
میں کتنی مدد دیتی ہے۔ یہ جال کوئی پتھر کی دیوار نہیں ہے، ذرا سی

بھی ہوا چلتی ہے تو ہلنے لگتا ہے، لیکن پھر بھی تو خالی اپنی طاقت کی بدولت اتنی جلدی پھاند کر اس پار نہیں پہنچ سکتا جیسے کہ ہیں۔"

شیر نے حقارت سے جال کی طرف دیکھا اور شکاری سے کہا

"اچھا تو پھاند کر اُدھر جا ہیں سیدھا وہیں پہنچوں گا۔"

شکاری جھٹ جُھک کر جال کے نیچے سے نکل گیا، اور دوسری طرف شیر کے استقبال کے لئے تیار کھڑا ہو گیا۔ شیر اُس کے پیچھے سے ایسی تیزی سے جھپٹا جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے مگر اُسے جال اٹھا کر جانے کی ترکیب معلوم نہ تھی وہ سیدھا جال کے اندر پہنچا، اُسے توڑ نہ پایا اور خوب پھنس گیا۔

شکاری نے فوراً جھگڑا طے کر دیا۔ عقل مندی طاقت سے بازی لے گئی، اور بے چارہ شیر ہار گیا۔

ختم

۸۹۱۵۶۳۳۲

۱۹۶۲م

(رشتہ)

۳۳۰۱۹

Date	No.	Date	No.